حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آخری رسول۔ آخری رہ نما

مولانا سیّد جلال الدین عمری

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اس مضمون میں، دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی آمد، آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی بعثت، اس وقت اہل عرب کی صدیوں سے جاری گم راہی، اہلِ کتاب کی تحریفات اور ان کا مسلسل بگاڑ، اسلام کی دعوتِ عام اور امت مسلمہ کا مقصد وجود جیسے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کا خاص پہلو یہ ہے کہ یہ پوری گفتگو قرآن مجید کے واضح بیانات پر مشتمل ہے، جو ایک مستند ریکارڈ ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ اور اس امت کی صحیح حیثیت اختصار کے ساتھ سامنے آجاتی ہے۔ اس موضوع پر ناچیز نے بعض دوسری کتابوں میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس مضمون میں ایک طرح سے اس کا خلاصہ آگیا ہے۔ امید ہے، بہ یک نظر اسلام کے موقف کو سمجھنے میں یہ معاون ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

جلال الدین
۱۲/ دسمبر ۲۰۱۳ء

آخری رسول ۔ آخری رہ نما

رسولوں کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر قوم میں اپنے رسول بھیجے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس:۴۷) ہر امت کے لیے ایک رسول (ہوا) ہے۔

محمد ﷺ کا بھی رسولوں کی اسی مقدس جماعت سے تعلق ہے۔ آپؐ اسی کے ایک فرد ہیں:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:۱۴۴) محمد تو بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر:۲۴) بے شک ہم ہی نے تم کو حق دے کر، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی امت ایسی نہیں گزری، جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

رسولوں کی دعوت

ان سب رسولوں کی دعوت ایک تھی۔ وہ یہ کہ عبادت کی مستحق صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی کی عبادت ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ کسی کو اس کائنات میں الوہیت کا مقام حاصل نہیں ہے، اس لیے اس کی عبادت کے لیے بھی کوئی وجہ جواز نہیں ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴿۲۵﴾

ہم نے تم سے پہلے جس رسول کو بھی بھیجا ہے اسے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس میری ہی عبادت کرو۔ (الانبیاء:۲۵)

رسول اللہ ﷺ کی دعوت بھی یہی تھی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۲۱﴾

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، امید ہے کہ تم اس کے عذاب سے بچ سکو گے۔ (البقرۃ:۲۱)

عبادت میں پرستش اور اطاعت دونوں شامل ہیں۔ تمام انبیاء کی دعوت یہ تھی کہ اللہ ہی کے سامنے سر جھکایا جائے اور اسی کے احکام و ہدایات کی پابندی کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کا حال

محمد رسول اللہ ﷺ جس قوم میں پیدا ہوئے اس کے پاس نہ تو اللہ کی کوئی کتاب موجود تھی اور نہ اس کے رسولوں کی تعلیمات سے وہ واقف تھی۔ بلاشبہ اس کا نسلی تعلق حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے تھا، لیکن ان دونوں پیغمبروں کو اس دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں گزر چکی تھیں۔ انہوں نے جس دین کی تعلیم دی تھی، اس طویل عرصہ میں اس قوم نے آہستہ آہستہ اسے بھلا دیا تھا۔ اب اس کے پاس دین ابراہیمی کے نام سے چند بے جان اور غلط رسوم اور باپ دادا کے طور طریقوں کے سوا کچھ نہ تھا، اس لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی جائے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کے سامنے اس کا دین پیش کریں اور صاف الفاظ میں اس کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے نتائج سے آگاہ کردیں۔ قرآن مجید میں مختلف مواقع پر صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴿۶﴾

تاکہ تم ایک ایسی قوم کو باخبر کرو جس کے باپ دادا خبردار نہیں کیے گئے تھے۔ اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (یٰسٓ:۶)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝ (السجدۃ:۳)

تاکہ تم اس قوم کو باخبر کردو جس کے پاس تم سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔ شاید وہ راہ پا جائیں۔

آپ کی قوم فکر و عمل کی بے شمار خرابیوں میں گرفتار تھی۔ آپ نے اس کی ان خرابیوں کو دور فرمایا، اس کے عقائد و افکار درست کیے، اسے عبادات کے صحیح طریقے سکھائے، اس کے اخلاق و عادات سنوارے، حلال و حرام کی تمیز اور حق و باطل کا فرق بتایا، غرض تعلیم و تربیت کے ذریعہ اسے ہر طرح کی بے راہ روی سے نکال کر راہِ راست پر لگایا۔ قرآن مجید کہتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ (الجمعۃ:۲)

وہی ذات ہے، جس نے امیوں میں ایک رسول خود ان ہی میں سے اٹھایا، جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالاں کہ یہ لوگ پہلے سے کھلی گم راہی میں تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہے کہ جس قوم میں آپ کی بعثت ہوئی وہ ناخواندہ، آسمانی ہدایت سے بے بہرہ اور کھلی ضلالت میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے درمیان آپ کو رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ پر اپنی کتاب نازل کی۔ آپ یہ کتاب اسے سناتے ہیں، اس کے ذریعے اس کی سیرت و کردار کو سنوارتے ہیں اور اس کے احکام و قوانین اور ان کی معنویت اس پر واضح کرتے ہیں۔

اہلِ کتاب کی کیفیت

رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت جزیرۃ العرب اور اس کے آس پاس یہود و نصاریٰ بھی تھے، جن کو قرآن مجید نے اہل کتاب کہا ہے۔ یہ دونوں قومیں ان آسمانی کتابوں کی حامل تھیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تھیں، لیکن

انھوں نے اپنی ذاتی خواہشات اور ذلیل اور ناپاک اغراض کے تحت ان مقدس کتابوں کو بدل ڈالا تھا اور ان میں ایسی تحریفات کر ڈالی تھیں کہ یہ معلوم کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا کہ ان کی اصل تعلیم کیا تھی اور اس میں کیا تحریف ہوئی ہے؟ جو لوگ دین کے نام پر دین فروشی اور دنیا طلبی کے کاروبار کے ذریعہ سے عوام کو گم راہ کر رہے تھے، قرآن مجید نے ان کی اس مذموم حرکت کو جا بجا نمایاں کیا اور اس پر سخت تنقید کی۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۝

(البقرۃ:۷۸،۷۹)

ان میں سے بہت سے ناخواندہ ہیں، جو کتاب کا تو علم نہیں رکھتے، بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور وہ محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آئی ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ پس تباہی ہے ان کے لیے اس نوشتہ میں جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور تباہی ہے اس کمائی میں جو انھوں نے حاصل کی۔

قرآن مجید نے ان کی بہت سی تحریفات کی نشان دہی کی اور ان کو دعوت دی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاکر صحیح دین اختیار کریں، جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝

(المائدۃ:۱۵،۱۶)

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تمھارے سامنے بہت سی ان باتوں کو، جنہیں تم اللہ کی کتاب میں سے چھپا دیا کرتے تھے، کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور بہت سی باتوں کو درگزر بھی کردیتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کھلی کتاب آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کو، جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے اذن سے اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

اسی سلسلہ میں آگے چل کر فرمایا:

يَآهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾	اے اہل کتاب! ہمارا یہ رسولؐ تمہارے پاس آچکا ہے، جو تمھیں دین کی واضح تعلیم دیتا ہے، ایک ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ پس تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آچکا۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(المائدۃ:۱۹)

یہود و نصاریٰ کا قومی اور مذہبی مزاج ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ یہود دنیاپرست تھے، نصاریٰ کا رجحان ترکِ دنیا کی طرف تھا۔ یہود کھلے محرمات کے ارتکاب سے بھی نہیں چوکتے تھے اور نصاریٰ حلال چیزوں کو بھی حرام سمجھ بیٹھے تھے۔ یہود ذاتی مفاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود کو بہ آسانی توڑ پھینکتے تھے اور نصاریٰ نفس کشی کے جذبے کے تحت اپنے اوپر غیر ضروری پابندیاں عائد کیے چلے جا رہے تھے۔ ایک کا راستہ دنیا پرستی کا تھا اور دوسری کا ترکِ دنیا کا۔ دونوں گروہوں میں سے ہر ایک دوسرے کو بے دین اور گم راہ اور اپنے آپ کو دین کا حامل اور جنت کا مستحق سمجھتا تھا، حالاں کہ دونوں راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ ان کی مذہبی نفسیات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا	اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی ہے یا نصرانی، یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو: تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور وہ عملاً نیک روش اختیار کرے تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

(البقرۃ:۱۱۱-۱۱۳)

کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ کوئی خوف اور اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کی کوئی اساس نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کسی بنیاد پر نہیں ہیں، حالاں کہ یہ سب کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں وہ لوگ بھی کرتے ہیں، جن کے پاس (کتاب کا) علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز ان امور کا فیصلہ کردے گا، جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔

اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت

رسولِ اکرم ﷺ نے دنیا پرستی اور رہبانیت دونوں ہی کو غلط قرار دیا اور اعتدال کی راہ دکھائی۔ مذہب کے نام پر عالموں اور راہبوں نے عوام کو جو بیڑیاں پہنا رکھی تھیں وہ کاٹ ڈالیں، پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا اور بتایا کہ جس طرح حرام چیزوں کا ارتکاب غلط ہے اسی طرح حلال چیزوں سے اجتناب بھی کوئی کارِثواب نہیں ہے۔ معروف کا حکم دیا، تاکہ زندگی کی تعمیر اصول فطرت کے عین مطابق ہو اور ہر طرف نیکی کی حکم رانی ہو، منکرات سے منع کیا اور اس بات کی ہدایت کی کہ منکرات سے بچ کر ہی انسان اللہ تعالیٰ سے قریب ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید نے آپ کے ذریعہ سے انجام پانے والے اس کارنامہ کو ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت وحمایت کرنے کی دعوت دی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

وہ لوگ (اس کی) رحمت کے مستحق ہوں گے جو اس رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں، جن کا ذکر وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو معروف کا حکم دیتے اور منکر

وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف:۱۵۷)	سے منع کرتے ہیں اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں اور ان پر جو بوجھ ہیں انھیں اتارتے ہیں اور جن بندشوں میں جکڑے ہوئے ہیں انھیں کاٹ پھینکتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائے اور جنھوں نے ان کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی اتباع کی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

دیگر قوموں کا حال

یہ وہ قومیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین ماحول میں موجود تھیں اور جن کے درمیان آپؐ نے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد زندگی گزاری۔ ان کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ بعض قومیں وہ تھیں جو عرب جاہلیت کی سی زندگی گزار رہی تھیں اور جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب یا اس کی تعلیمات موجود نہیں تھیں۔ بعض قومیں اس بات کی دعوے دار تھیں کہ وہ آسمانی صحیفوں کی حامل ہیں اور ان کے پاس خدائی تعلیمات موجود ہیں، لیکن ان تعلیمات میں اس سے زیادہ تحریف ہو چکی تھی جتنی کہ اہل کتاب کے ہاں تحریف ہوئی تھی۔

عملی طور پر دنیا میں یا تو مادّیت اور دنیا پرستی کی حکومت تھی یا غلط قسم کی روحانیت اور رہبانیت کو انسان کے عروج و کمال کا زینہ اور باطنی ترقی کی معراج سمجھا جاتا تھا۔

نوعِ انسانی کو اللہ کے دین کی دعوت

ظلمتوں کی ماری ہوئی یہ دنیا اس بات کی محتاج تھی کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین سے واقف کرایا جائے اور اسے غلط راستہ سے ہٹا کر راہ راست پر لگایا جائے۔ اس کے

لیے رہ نمائے عالم کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ کو ایک ایسی کتاب دی گئی، جس میں ساری دنیا کے لیے رہ نمائی کا سامان ہے۔ یہی حقیقت ان آیات میں بیان ہوئی ہے:

۱- تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ﴿۱﴾ (الفرقان:۱)

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے یہ فرقان (حق و باطل کو الگ الگ کردینے والی کتاب) اپنے بندے پر نازل فرمائی، تاکہ وہ سارے جہاں والوں کو خبردار کرنے والا ہو۔

۲- كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ﴿۲﴾ (ابراہیم:۱،۲)

یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کی توفیق سے ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لائیں۔ اس اللہ کے راستے کی طرف جو غالب اور ستودہ صفات ہے۔ وہ اللہ جو ان تمام چیزوں کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تباہی ہے یعنی سخت عذاب ہے کافروں کے لیے۔

۳- وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سبا:۲۸)

ہم نے تو آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

محمد ﷺ تمام انسانوں کے لیے اللہ کے رسول تھے۔ آپ نے کسی خاص نسل، قبیلہ، قوم اور ملک کے فائدے کے لیے سعی و جہد نہیں کی، بلکہ ساری دنیا کا مفاد آپ کے پیش نظر تھا۔ آپ نے بغیر کسی تفریق کے تمام انسانوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آپؐ نے ایک بڑی حقیقت سے پردہ ہٹایا جسے انسان بھول چکا تھا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دین ہر زمانہ میں اسلام ہی رہا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ (آل عمران:۱۹) بے شک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابلِ قبول نہیں

اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ نے کبھی نازل نہیں کیا، لیکن انسانوں نے اس دین کو اپنی تحریفات کے ذریعہ سے بدل ڈالا۔ ان کی نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسی اسلام کی طرف پلٹ آئیں جو ہمیشہ سے اللہ کا دین رہا ہے۔ اب یہی دین اپنی صحیح اور کامل شکل میں آپؐ پر نازل ہوا ہے۔ یہ نوعِ انسانی کا ایک فراموش کردہ سبق ہے، جس کی آپ کے ذریعہ یاد دہانی ہوئی ہے۔ یہ سب کا سرمایہ اور سب کا دین ہے۔ اس کے سوا جو دین بھی انسان اختیار کرے اور جس نظریہ اور فکر کو بھی اپنائے، اللہ تعالیٰ کی سندِ قبولیت اسے حاصل نہ ہوگی اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٨٥

جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرنا چاہے گا اس کا وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ (آل عمران:۸۵)

اسلام کیا ہے؟

اسلام کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو انسان اپنا اور اس کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور معبود سمجھے۔ اپنے تمام جذباتِ عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے جھک جائے، اس کے ہر حکم کو بے چوں و چرا ماننے کے لیے تیار ہوجائے، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ہر اطاعت سے منہ موڑ لے اور کسی دوسرے کو خدائی کا مقام دینے سے انکار کردے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ حقیقت بھی واضح فرمائی کہ ایک وقت آئے گا جب یہ دنیا ختم ہوجائے گی اور آخرت آئے گی۔ وہاں انسان کی پوری زندگی کا حساب کتاب ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے کام یاب ہوں گے اور جنھوں نے اس کی نافرمانی کی راہ اختیار کی ہوگی وہ سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا بہت صاف اور بے آمیز تصور دیا۔ اس کی کوئی بات گنجلک اور غیر واضح نہیں ہے۔ اس راہ کے نشیب و فراز اور اس کے تقاضے آپ نے پوری طرح واضح فرما دیے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر انسان کو جنگل میں بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ایسی روشنی عطا فرمائی کہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ اللہ کی مرضی اور ہدایت کے تحت قدم اٹھا سکتا ہے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ کی طرف سے رہ نمائی فرمائی اور بتایا کہ کس معاملہ میں اس کی اطاعت کس طرح کی جائے اور اس کی نافرمانی سے کیسے بچا جائے؟ اس طرح آپؐ نے پوری نوعِ انسانی کو ایک مقصدِ حیات دیا، زندگی کی ایک متعین راہ بتائی جس پر چل کر وہ دنیا و آخرت کی فلاح سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔

ختمِ نبوت کا اعلان

اس کے بعد ایک خاص مناسبت سے ختم نبوت کا اعلان کر دیا گیا کہ آپ کے بعد اب کسی دوسرے رسول کی بعثت کی ضرورت نہیں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۴۰)

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے) وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم۔

اسلام کے عقائد میں یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ سے نوعِ انسانی کو اللہ کا دین مکمل شکل میں مل گیا اور سلسلۂ رسالت ختم کر دیا گیا۔ اب تاقیامت کسی رسول کی بعثت نہ ہوگی۔[1]

امت مسلمہ وجود میں آئی

اللہ کے رسول ﷺ نے اسلام کی بنیاد پر ایک امت کی تشکیل فرمائی اور اس کے

ذریعے سے اسلام کو عبادت اور اخلاق ہی میں نہیں، بلکہ معاشرت، معیشت، قانون، سیاست اور ہر شعبۂ حیات میں اسے نافذ کر کے دکھایا۔ انفرادی زندگی ہو یا حیاتِ اجتماعی، دونوں پر اسلام کی فرماں روائی جاری کردی۔ اب کوئی شخص یہ کہنے کی ہمت نہیں کرسکتا کہ اسلام کی تعلیمات محض خیالی ہیں، دنیا نے عملی روپ میں اسے نہیں دیکھا، یا یہ کہ یہ باتیں نظری طور پر تو اچھی لگتی ہیں، لیکن ناقابلِ عمل ہیں۔ آپؐ نے اس طرح کے ہر عذر کو اپنے مبارک اسوہ سے ختم کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے جو امت برپا ہوئی، قرآن مجید نے اس کا مقصدِ وجود شہادت علی الناس بیان کیا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ:۱۴۳)	اسی طرح ہم نے تم کو ایک امتِ وسط بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ شہادت علی الناس کا جو فرض آپؐ نے اپنی زندگی میں انجام دیا، وہی فرض آپ کی امت کو ادا کرنا ہے اور شہادت علی الناس کی جو وسیع مہم آپ نے انجام دی، آپؐ کے بعد اس امت کو یہ جاری رکھنی ہے۔

اُمتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی

شہادت علی الناس کا حق اسی وقت ادا ہوسکتا ہے جب کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری طرح سمجھے، اسے اپنائے اور ٹھیک طریقے سے دنیا کے سامنے اس کا اظہار کرے۔ جو شخص اس دین ہی کو ٹھیک سے نہ سمجھے، جس پر اس کا ایمان ہو، یا جو اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی اور حذف و اضافہ کر بیٹھے، وہ اس شہادت کی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتا۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ یہ امت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے وجود میں آئی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی اصلاح کے لیے نکالا گیا ہے۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

اس امت کا کام یہ ہے وہ حق کو حق کہے اور باطل کو باطل، جو بات اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق ہو اس کی تائید اور جو اس کے خلاف ہو اس کی تردید کرے، خیر کا حکم دے اور شر سے منع کرے، بھلائیوں کی ترغیب دے اور برائیوں سے دور رکھنے کی سعی و جہد کرے، وہ جس دین کی علم بردار ہے وہ ایک دعوت ہے، جو ہر حال میں دی جائے گی، وہ ایک پیغام ہے، جو سب تک پہنچایا جائے گا۔ راحت میں بھی اور تکلیف میں بھی، آسانی میں بھی دشواری میں بھی، بے سر و سامانی میں بھی اور ساز و سامان کے ساتھ بھی۔ اگر اقتدار حاصل ہوجائے تو اقتدار کی طاقت بھی اسی پاک مقصد کے لیے استعمال ہوگی:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے، منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (الحج:۴۱)

رسول اللہ ﷺ کے اس احسان کا حق کون ادا کرسکتا ہے کہ آپؐ نے دنیا میں خیر کے پھیلانے اور شر کے مٹانے کا جو کارنامہ انجام دیا اسے جاری رکھنے کے لیے ایک پوری امت برپا کردی۔ اگر اس امت کے اندر اپنے مقصد حیات کا احساس جاگ اٹھے تو وہ پوری دنیا کی نجات دہندہ ثابت ہوگی اور یہ سب اس محمد عربی ﷺ کے طفیل میں ہوگا، جس کے توسط سے اس امت کو یہ اعلیٰ مقصدِ حیات ملا۔ قرآن مجید نے سچ کہا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء)

☆☆☆